

## اوور کوٹ (غلام عباس)

# 06

### مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

| الفاظ         | مفہوم   |
|---------------|---|
| اوور کوٹ      | پاؤں تک لمبا گرم کوٹ جو سردی سے بچنے کے لیے تمام لباس کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ مغربی انداز کا فرغل   |
| ڈیوس روڈ      | سر آغا خاں روڈ کا پرانا نام۔ لاہور کی ایک سڑک۔ کلب روڈ کے سامنے، مال روڈ کے پار، آنکھیں کالج کی دیوار کے ساتھ موجود سڑک جو شملہ پہاڑی کی طرف جاتی ہے، کا پرانا نام۔ |
| میکلوڈ روڈ    | ظفر علی خاں روڈ کا پرانا نام، لیفٹیننٹ گورنر پنجاب ڈونلڈ میکلوڈ کے نام سے موسوم سڑک۔  |
| مال روڈ       | شاہراہ قائد اعظم، ٹھنڈی سڑک کے نام سے مشہور تھی۔  |
| خراماں خراماں | آہستہ آہستہ چلتے ہوئے، ٹہلتے ٹہلتے  |
| کاج           | بٹن کے لیے کپڑے میں بنایا گیا سوراخ، بٹن کا گھر   |
| گلوبند        | گلے میں باندھنے کا پٹکا، مفطر   |
| لارنس گارڈن   | باغ جناح کا پرانا نام، 1869ء میں جان لارنس نے بنوایا، اسی بنا پر لارنس گارڈن کہلاتا ہے۔   |
| فیلٹ ہیٹ      | گول چھجے والی ٹوپی  |
| دھندکا        | ہلکا اندھیرا  |
| اڑسنا         | پھسنا، اٹکانا   |
| تماش          | قسم، وضع  |
| قراقلی        | جنگلی بلے کی کھال سے بنی ہوئی۔  |
| جخل           | شرمندہ، شرمسار  |
| چیرنگ کراس    | پنجاب اسمبلی اور واپڈا ہاؤس کے سامنے موجود چوک کا نام، فیصل چوک کا پرانا نام، لندن کے چیرنگ کراس کے نام سے موسوم چوک۔   |
| کھونچیں لگنا  | کپڑے کا الجھ کر پھٹ جانا  |
| ڈھب           | انداز، طور، طریقہ   |



|        |  |
|--------|--|
| سلوٹ   | شکن، بل                                |
| جونچال | شوخی، چنچل پن                          |
| جراحی  | سرجری، بیماری دور کرنے کے لیے چیر پھاڑ |

خلاصہ:

(بورڈ 19-12-10-09-2008)

غلام عباس ارمو کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ ”دور کوٹ“ اس کا معروف افسانہ ہے جس میں ہمارے معاشرتی رویوں پر تنقید کی گئی ہے کہ ہم دوسرے نہیں جانتے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ حقیقت کو ہلوٹ کے پردوں میں نہیں چھپایا جاسکتا۔ ملے جی مانی اور قلعی ایک دن کھل جاتی ہے۔

جنوری کی ایک شام کو ایک خوش پوش نوجوان ڈیوس روڈ سے گزر کر مال روڈ پر پہنچا اور چیئرنگ کراس کی طرف مڑ گشت کرتے ہوئے چلنے لگا۔ وہ بڑا فیشن ایبل دکھائی دے رہا تھا، جسم پر بادامی رنگ کا اور کوٹ، سر پر سنر فیلٹ ہیٹ، گردن کے گرد سلک کا سفید گلوبند لپٹا ہوا، ایک ہاتھ اور کوٹ کی جیب میں دوسرے میں چھوٹی سی چھڑی تھا۔ اپنے آپ میں مگن چلتا جا رہا تھا۔ اس وقت سردی خاصی شدید تھی مگر اس نوجوان پر اس کا کوئی اثر محسوس نہیں ہو رہا تھا، بلکہ اس کی طبیعت کی چونچالی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے اس نے رومال نکال کر بڑی نفاست سے اپنا چہرہ صاف کیا اور پھر قریب ہی گھاس پر کھینے والے بچوں کو دیکھنے لگا جس پر تھوڑی دیر بعد وہ بچے ہنستے کھیلتے وہاں سے چلے گئے۔

مال روڈ پر اس وقت گاڑیوں، سائیکلوں اور پیدل چلنے والوں کی خاصی بھیڑ تھی۔ آنے جانے والوں میں ہر عمر اور ہر طبقے کے لوگ شامل تھے جن میں تاجر، سرکاری افسر، لیڈر، فن کار، کالجوں کے طلبہ و طالبات، نرسیں، اخباروں کے نمائندے، دفتروں کے بابوزیادہ تر لوگ اور کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ مگر نوجوان نے جو اور کوٹ پہنا ہوا تھا۔ اُس کا کپڑا خاصا پرانا تھا مگر خوب بڑھیا تھا۔ وہ کسی ماہر درزی کا سلاہوا تھا۔ سلوٹ نام کو نہیں تھی نوجوان اس میں بہت مگن معلوم ہوتا تھا۔ یہ نوجوان سیمنٹ کے ایک بیچ پر بیٹھ گیا اور آنے جانے والوں کو دیکھنے لگا۔ ایک بلی بھی اس کے قریب آ بیٹھی وہ پیار سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس نے پان سگریٹ بیچنے والے ایک لڑکے سے سگریٹ لیا اور آہستہ آہستہ سگریٹ کے کش لگانے لگا۔ تھوڑی دیر یونہی سستانے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ایک دفعہ پھر مال روڈ کی پٹری پر پہلے کی طرح مڑ گشت کرنے لگا۔ ایک ہوٹل میں آرکسٹرانج رہا تھا۔ ہوٹل کے باہر بہت سے مفلوک الحال لوگ حسرت سے اندر دیکھ رہے تھے، وہ نوجوان بھی چند لمحے رکا اور پھر آگے بڑھ گیا۔

راستے میں وہ ایک بک سٹال اور قالین فروش کے پاس رکا۔ شام سے اب تک کوئی چہرہ اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکا تھا۔ اب وہ ہائی کورٹ کے سامنے سڑک عبور کر رہا تھا کہ پیچھے سے ایک اینٹوں سے بھری تیز رفتار لاری آئی اور اسے کچلتے ہوئے نکل گئی۔ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر ڈرائیور لاری بھگالے گیا۔ نوجوان سڑک پر زخمی حالت میں تڑپنے لگا۔ لوگ جمع ہو گئے اور سڑک پر سے گزرنے والے ایک ٹریفک انسپکٹر کی مدد سے نوجوان کو ایک کار میں ڈال کر میوہسپتال پہنچا دیا گیا۔ ابھی اس میں رقی بھر جان باقی تھی۔ اسے سٹریچر پر ڈال کر آپریشن روم لے جایا گیا جہاں ایک ڈاکٹر مسٹر خان اور دو نرسیں مس شہناز اور مس گل موجود تھیں۔ بادامی رنگ کا اور کوٹ ابھی تک اس کے جسم پر تھا۔ سر میں لگائے گئے تیل کی خوش بوا بھی تک باقی تھی۔ اس کی دونوں ٹانگیں بری طرح کچلی گئی تھیں اور خون بڑی مقدار میں بہہ چکا تھا۔

آپریشن روم میں جب اس کا لباس اتارا جا رہا تھا تو جوں ہی گلوبند اترا، نرسیں حیران ہوئیں کیونکہ نوجوان قمیص سے محروم تھا۔ اور کوٹ کے نیچے ایک پھٹا پرانا سوئٹر اور خستہ حال بنیان تھی۔ پتلون بھی انتہائی پرانی اور گھسی ہوئی تھی، جسے بیلٹ کے بجائے ایک پرانی نکلائی سے باندھا گیا تھا۔ پاؤں میں ایک جیسی جرابیں نہ تھیں اور اتنی پرانی اور پھٹی ہوئی تھیں کہ نوجوان کی میلی ایڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ نوجوان دم توڑ چکا تھا۔ نوجوان کی جیبوں سے کنگھا، رومال، آدھا سگریٹ، ڈائری اور اشتہار برآمد ہوئے۔ افسوس کہ بید کی چھڑی جو حادثے میں گم ہو گئی تھی، اس فہرست میں شامل نہ تھی۔

(جاڑے کی چاندنی)



## پیراگراف کی تشریح

**اقتباس:** نوجوان سینٹ کی بیچ پر بیٹھا اپنے سامنے سے گزرتے ہوئے زن و مرد کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر ان کے چہروں سے کہیں زیادہ ان کے لباس پر پڑتی تھی۔ ان میں ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ تھے۔ بڑے بڑے تاجر، سرکاری افسر، لیڈر، فن کار، کالجوں کے طلبہ اور طالبات، نرسیں، اخباروں کے نمائندے، دفاتروں کے بابوزیادہ تر لوگ اور کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ہر قسم کے اور کوٹ، قراقلی کے بیش قیمت اور کوٹ سے لے کر خاکی پٹی کے پرانے فوجی اور کوٹ تک جنہیں نیلام میں خریدا گیا تھا۔

**حوالہ متن:-** سبق کا عنوان: اور کوٹ

**مصنف کا نام:** غلام عباس

**سیاق و سباق:**

ایک خوش پوش نوجوان جنوری کی ایک شام ڈیوس روڈ سے مال روڈ پر پہنچا اور چیئرنگ کراس کی طرف آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ وہ بڑا فیشن ایبل نوجوان تھا۔ سردی کی شدت کے باوجود اسے ٹہلنے میں مزا آ رہا تھا۔ وہ اپنے خوب صورت اور کوٹ میں بہت مگن معلوم ہوتا تھا اس نے ایک سگریٹ خریدا اور بلی کو پیار کیا۔ وہ ایک بک سٹال اور قالینوں کی ایک دکان پر بھی رکا۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جب وہ ہائی کورٹ کی عمارت کے قریب پہنچا تو ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔ حادثے میں اس کی دونوں ٹانگیں کچل گئیں اور جب اس کا اور کوٹ اتارا گیا تو اس کی اصلیت بے نقاب ہو گئی۔ بوسیدہ اونٹنی سوٹر اور پھٹی پرانی بنیان اور پتلون نے اس کی اصلیت ظاہر کر دی۔ اس کے اور کوٹ سے مختلف چیزیں برآمد ہوئیں۔ بید کی چھڑی جو حادثے میں کھو گئی تھی اس فہرست میں شامل نہ ہو سکی۔

**تشریح:** غلام عباس اردو کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ اور کوٹ ان کا معروف افسانہ ہے جس میں ہمارے معاشرتی رویوں پر تنقید کی گئی ہے کہ ہم وہ ہوتے نہیں جو اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ حقیقت کو بناوٹ کے پردوں میں نہیں چھپایا جاسکتا۔ ملمع سازی اور قلعی ایک دن ٹھل جاتی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف نے اور کوٹ کے مرکزی کردار نوجوان اور سڑک کے منظر کے حوالے سے طبقاتی فرق کی عکاسی کی ہے۔ ایسا معاشرہ جو مختلف طبقات میں بٹا ہوا ہو وہاں اس شخص کی عزت و تکریم ہوتی ہے جس کے پاس روپیہ پیسا ہو، کوئی بڑا عہدہ ہو یا کوئی جاگیر موجود ہو۔ طبقاتی معاشرے میں عام آدمی کے لیے زندگی گزارنا بڑا دشوار ہوتا ہے۔ وہ اپنی محرومیوں کو چھپانے میں اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیتا ہے۔ بقول میکسم گورکی ”لوگوں کی اکثریت زندگی گزارنے کی تیاریوں میں ساری زندگی گزار دیتی ہے۔“ اور کوٹ میں ملبوس نوجوان اپنی غربت کو چھپائے ہوئے پھر رہا ہے اور سینٹ کی ایک خالی بیچ دیکھ کر اس پر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے مال روڈ پر گاڑیوں اور بائیسکلوں کا ایک ہجوم تھا۔ وہ بڑے غور سے ہر عورت اور مرد کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کے چہروں پر کم اور ان کے لباس کو زیادہ اہم توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ انسانی فطرت یہ ہے کہ جو شے اس کے پاس موجود نہ ہو وہ یہ دیکھتا ہے کہ کیا یہ نعمت دوسرے لوگوں کے پاس ہے یا نہیں۔ نوجوان چوں کہ اپنے لباس کے حوالے سے محرومیوں کا شکار تھا کیوں کہ اور کوٹ کے نیچے اس نے محض پھٹے پرانے چیتھڑے پہن رکھے تھے۔ اس لیے اس کی توجہ لوگوں کے چہروں کی طرف نہیں تھی بلکہ وہ ان کے لباس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ غلام عباس کے افسانوں میں عام طور پر ہمیں عام افراد نظر آتے ہیں۔ اسی لیے انھیں عام آدمی کا افسانہ گو کہا جاتا ہے اور عام آدمی بیک وقت دو سطحوں پر زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔ ایک اس کی حقیقی زندگی اور دوسری وہ زندگی جو وہ دوسروں کو دکھانے کے لیے گزار رہا ہوتا ہے۔ افسانہ اور کوٹ کے نوجوان میں بھی کردار کی یہ ثنویت ہمیں نظر آتی ہے۔ چنانچہ وہ دکھائی دینے والے ہجوم کے لباس کو دیکھ کر شاید اندازہ کر رہا ہو کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ ایسا ہجوم جس میں ہر طرح، ہر قسم، ہر حلیے اور ہر شکل کی خواتین اور مرد شامل تھے۔ ان میں بڑے بڑے کاروباری لوگ، رہنما حضرات، فنون لطیفہ سے وابستہ لوگ، کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے



والے طلبہ و طالبات، اخباری نمائندے، دفتر میں کام کرنے والے کلرک بابوشامل تھے۔ ان میں زیادہ تر لوگوں نے اوور کوٹ پہن رکھے تھے۔ کسی نے قیمتی کھال کا اوور کوٹ پہن رکھا تھا اور کسی نے خاکی پٹی کا فوجی اوور کوٹ پہنا ہوا تھا جنہیں لوگوں نے سردی سے بچاؤ کے لیے نیلام میں خریدا تھا۔ نو جوان کا اپنا اوور کوٹ یوں تو بہت پرانا تھا لیکن اس کا کپڑا خوب بڑھیا تھا اور سلا ہوا بھی کسی ماہر درزی کا تھا۔ نو جوان اس اوور کوٹ میں بہت مگن اور مسرور معلوم ہوتا تھا۔ لیکن درحقیقت وہ اس اوور کوٹ کے نیچے اپنی غربت چھپائے ہوئے تھا۔

**اقتباس:** نو جوان نے شام سے اب تک اپنی مٹر گشت کے دوران میں جتنی انسانی شکلیں دیکھیں تھیں ان میں سے کسی نے بھی اس کی توجہ کو اپنی طرف منعطف نہیں کیا تھا۔ فی الحقیقت ان میں کوئی جاذبیت تھی ہی نہیں یا پھر وہ اپنے حال میں ایسا مست تھا کہ کسی دوسرے سے اسے سروکار ہی نہ تھا مگر ابھی اس نے آدھی ہی سڑک پار کی ہوگی کہ اینٹوں سے بھری ہوئی ایک لاری پیچھے سے بگولے کی طرح آئی اور اسے روندتی ہوئی میکلوڈ روڈ کی طرف نکل گئی۔ لاری کے ڈرائیور نے نو جوان کی چیخ سن کر پل بھر کے لیے گاڑی کی رفتار کم کی۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی لاری کی پلیٹ میں آگیا۔

(بورڈ 17-2010)

**حوالہ متن:-** سبق کا عنوان: اوور کوٹ

**مصنف کا نام:** غلام عباس

**سیاق و سباق:** اس اقتباس کے لیے بھی پیچھے دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

**تشریح:** غلام عباس اردو کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ اوور کوٹ ان کا معروف افسانہ ہے جس میں ہمارے معاشرتی رویوں پر تنقید کی گئی ہے کہ ہم وہ ہوتے نہیں جو اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ حقیقت کو بناوٹ کے پردوں میں نہیں چھپایا جاسکتا۔ ملمع سازی اور قلعی ایک دن کھل جاتی ہے۔ زیر تشریح نثر پارے میں مصنف کہتے ہیں کہ عام طور پر انسان کی ہر سرگرمی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے لیکن بعض اوقات زندگی انسان کو اس مقام پر لے آتی ہے جہاں اس کی سرگرمی بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔ ”اوور کوٹ“ کا نو جوان شام سے مٹر گشت کر رہا تھا۔ اس دوران میں اس نے جتنے بھی انسان دیکھے ان میں مرد، بوڑھے اور بچے بھی شامل تھے۔ ہر طبقے اور ہر درجے کے لوگ تھے، لیکن ان میں سے کوئی بھی اس نو جوان کی توجہ حاصل نہ کر سکا اور نہ ہی اسے اپنی طرف مائل کر سکا۔ اس کے دوسب ممکن تھے کہ یا تو ان میں کوئی کشش نہ تھی یا پھر وہ نو جوان اپنے حال میں ایسا مگن تھا، اپنے آپ میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ اسے اپنی ذات کے علاوہ کسی دوسرے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں تھا۔ لہذا وہ کسی کی طرف کیوں دیکھتا۔ اپنی ذات میں محویت اس کی تنہائی کو ظاہر کرتی ہے کہ گرد و پیش میں ایک ہجوم موجود ہے لیکن کوئی ایسا نہیں جو اس کی طرف توجہ کرے یا جس کی طرف وہ متوجہ ہو۔ موجودہ زمانے میں ہماری معاشرتی زندگی اس طرح متاثر ہوئی ہے کہ معاشرے سے اجتماعیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ ہر شخص فقط اپنی ذات کے لیے زندہ دکھائی دیتا ہے۔ آس پاس کیا ہو رہا ہے؟ اسے اس سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ نو جوان بھی اپنے آپ میں گم دکھائی دیتا ہے اور اسی محویت کی حالت میں وہ سڑک پار کرنے لگا، جیسے ہی وہ سڑک کے عین وسط میں پہنچا، پیچھے سے ایک تیز رفتار لاری آئی جو اینٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ تیز رفتاری کے باعث ڈرائیور لاری کو نہ روک سکا یا اس نے روکنے کی زحمت ہی نہ کی۔ لہذا وہ لاری تیزی سے اس نو جوان کو چلتی ہوئی میکلوڈ روڈ کی طرف نکل گئی۔ صرف ایک لمحے کے لیے لاری کی رفتار کم ہوئی شاید ڈرائیور کو پتا چل گیا تھا کہ آدمی لاری کے نیچے آگیا ہے۔ چوں کہ رات کافی گہری ہو چکی تھی، ڈرائیور رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لاری تیزی سے بھگا کر لے گیا۔ انسانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ رکتا، زخمی کو ہسپتال تک پہنچاتا تا کہ اس کا علاج معالجہ ہو سکے لیکن اس نے بے حسی کا مظاہرہ کیا۔ یہ بے حسی اس حادثے سے کہیں زیادہ سنگین ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ معاشرے میں رہنے والے افراد انسانیت کے وصف سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ اپنی غلطی جو دانستہ ہوئی ہو یا نادانستہ اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے بلکہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ وہاں سے غائب ہی ہو جائیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ فیصلہ کرنے والے لوگ بھی غلطی کا



تعیین کرتے وقت حقیقت کو پیش نظر رکھنے کی بجائے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ جو پکڑا گیا ہے وہ مجرم ہے۔ چنانچہ وہاں پر موجود دو تین افراد نے شور مچایا کہ نمبر دیکھو، لاری کا نمبر دیکھو مگر لاری وہاں رکی ہی کب تھی جو اس کا نمبر دیکھا جاتا۔ اسی اثنا میں وہاں کئی اور لوگ جمع ہو گئے اور جیسے تیسے کر کے نو جوان کو ہسپتال پہنچایا گیا لیکن افسوس وہ جانبر نہ ہو سکا۔

.....  
**اقتباس:** اس کی چال ڈھال سے ایسا بانگین ٹپکتا تھا کہ تانگے والے دور ہی سے دیکھ کر سر پٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کی طرف لپکتے مگر وہ چھڑی کے اشارے سے ”نہیں“ کر دیتا۔ ایک خالی ٹیکسی بھی اسے دیکھ کر رکی مگر اس نے ”نو تھینک یو“ کہہ کر اسے بھی ٹال دیا۔ جیسے جیسے وہ مال کے زیادہ بارونق حصے کی طرف پہنچتا جاتا تھا اس کی چونچالی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ وہ منہ سے سیٹی بجا کر رقص کی ایک دھن نکالنے لگا۔ ایک دفعہ جب آس پاس کوئی نہیں تھا تو ایک بارگی کچھ ایسا جوش آیا کہ اس نے دوڑ کر جھوٹ موٹ بال دینے کی کوشش کی گویا کرکٹ کا میچ ہو رہا ہے۔ (بورڈ 13-2009)

**حوالہ متن:-** سبق کا عنوان: اور کوٹ

**مصنف کا نام:** غلام عباس

**سیاق و سباق:** اس اقتباس کے لیے بھی پیچھے دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

**تشریح:** غلام عباس اردو کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ اور کوٹ ان کا معروف افسانہ ہے جس میں ہمارے معاشرتی رویوں پر تنقید کی گئی ہے کہ ہم وہ ہوتے نہیں جو اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ حقیقت کو بناوٹ کے پردوں میں نہیں چھپایا جاسکتا۔ ملع سازی اور قلعی ایک دن کھل جاتی ہے۔

غلام عباس کے افسانے اور کوٹ کا مرکزی کردار ایک نو جوان ہے جو اپنی اصلیت کو چھپانے کے لیے اور کوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ زیر تشریح نثر پارے میں مصنف کہتے ہیں کہ نو جوان حلیے سے خاصا فیشن ایبل نظر آتا ہے۔ چمکتے بال، باریک مونچھیں، بازامی رنگ کا اور کوٹ پہنے ہوئے جس کے کاج میں گلاب کا ادھ کھلا پھول اٹکا ہوا اور سر پر سبز فیلٹ ہیٹ ایک خاص انداز سے ٹیڑھی رکھی ہوئی اور ہاتھ میں بید کی ایک چھوٹی چھڑی جسے کبھی کبھی وہ گھمانے لگتا تھا۔ اس کی چلنے کے انداز سے رعب کا اظہار ہوتا تھا۔ بظاہر وہ امیر نظر آتا تھا اور جدید لباس پہنے دیکھ کر تانگے والے دور ہی سے اُسے امیر سمجھتے ہوئے اپنا سر پٹ گھوڑا دوڑاتے اس کی طرف لپکتے ہیں لیکن وہ چھڑی کے اشارے سے انہیں روک دیتا ہے۔ اس نو جوان کا لباس مغربی طرز کا تھا اور اس نے انداز بھی انگریزوں کا اختیار کر رکھا تھا۔ بید کی چھڑی انگریز اکثر ہاتھ میں رکھتے وہ جب ہندوستان پر غلبہ پا چکے تھے تو عوام پر رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لیے ”آقا“ کا انداز اپنایا ہاتھ میں چھڑی ہونا اسی رعونت کی علامت ہے جسے مقامی لوگوں نے بھی اپنایا مثلاً جب ایک خالی ٹیکسی اسے دیکھ کر رکتی ہے تو وہ انگریزی الفاظ کا استعمال کرتا ہے ”نو تھینک یو“۔ یہ انگریزی کے الفاظ اور جملے بھی اس نو جوان کو ذہنی صورت حال کی عکاسی کرتے ہیں۔ افسانے میں اکثر مقامات پر وہ یہ انداز اختیار کرتا ہے۔

پھر جوں جوں وہ مال روڈ کے بارونق حصے کی جانب بڑھتا ہے اس کی چونچالی اور شوخی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ منہ سے سیٹی بجانے لگتا ہے اور کبھی رقص کی دھن نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ نو جوان اپنی دھن میں کچھ ایسا مگن ہوتا ہے کہ اسے گرد و پیش کا کوئی ہوش نہیں۔ اپنے لباس اور چال ڈھال سے وہ اپنے آپ کو دوسروں سے نمایاں اور برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر ایک بار تو اس پر کچھ ایسا جوش غالب ہوا کہ اس نے دوڑ کر جھوٹ موٹ بال دینے کی کوشش کی گویا کرکٹ میچ ہو رہا ہے اور وہ گیند پھینکنے کی کوشش کرتا ہے۔

نو جوان کی اس کیفیت سے غلام عباس نے ہمارے معاشرے کی دورنگی کو موضوع بنایا ہے۔ ان کے افسانے ”بہر و پیا“ میں بھی معاشرے کی یہی تصویر دکھائی گئی ہے۔ لیکن اچانک کسی موڑ پر وہ کرداروں کی اصلیت کو بے نقاب کر دیتے ہیں، کچھ یہی صورت حال اس افسانے میں پیش کرتے ہیں کہ نو جوان ایک حادثے کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کی مفلسی اور غربت ظاہر ہو جاتی ہے۔



## اقتباس:

(بروز 2019ء)

نوجوان سلک کے گلوبند کو کچھ اس ڈھب سے گلے پر لپیٹ رکھتا تھا کہ اس کا سارا سینہ چھپا رہتا تھا۔ اس کے جسم پر میل کی تہیں بھی خوب چڑھی ہوئی تھیں۔ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کم سے کم پچھلے دو مہینے سے نہیں نہایا۔ البتہ گردن خوب صاف تھی اور اس پر ہلکا ہلکا پوڈر لگا ہوا تھا۔ سویٹر اور بنیان کے بعد پتلون کی باری آئی۔ پتلون کو بیٹی کے بجائے ایک پرانی دھجی سے جو شاید کبھی نکلانی ہوگی خوب کس کے باندھا گیا تھا۔

حوالہ متن:- سبق کا عنوان: اور کوٹ

مصنف کا نام: غلام عباس

سیاق و سباق: اس اقتباس کے لیے بھی پیچھے دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

تشریح: غلام عباس صفِ اوّل کے افسانہ نگار تھے۔ افسانہ ”اور کوٹ“ میں انھوں نے ہمارے معاشرتی رویوں پر تنقید کی ہے کہ ہم وہ ہوتے نہیں جو اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہم اپنے باطن کو ظاہر کے پردوں میں چھپاتے ہیں لیکن حقیقت ایک دن سامنے آ ہی جاتی ہے۔

زیر نظر نثر پارے میں وہ منظر دکھایا گیا جب نوجوان حادثے کے بعد آپریشن تھیٹر میں ڈاکٹر کے سامنے پڑا تھا اور اس کے لباس کو اتارا جا رہا تھا۔ سب سے پہلے سلک کا گلوبند اس کے گلے سے اتارا گیا۔ یہ دیکھنے والوں کے لیے حیرت ناک منظر تھا۔ نوجوان کے گلوبند کے نیچے ٹائی تو کیا سرے سے قمیص ہی نہیں تھی۔ نوجوان سلک کے گلوبند کو گلے میں اس انداز میں لپیٹ رکھتا تھا کہ اس کا سینہ چھپا رہتا تھا۔ یوں محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ نیچے شرٹ موجود نہیں۔ اور کوٹ اتارا گیا تو نیچے ایک پھٹا پراانا دنی سوئٹر نکلا جس میں جا بجا بڑے بڑے سوراخ تھے سوئٹر کے نیچے ظاہر ہے شرٹ تو تھی نہیں۔ نیچے میلایکھلا بنیان نظر آ رہا تھا جس کی حالت سوئٹر سے بھی زیادہ خراب تھی۔

خستہ حال بوسیدہ کپڑوں کی تو یہ حالت تھی جسمانی حالت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ دکھاوے کے شاندار اور کوٹ کے نیچے پھٹے پرانے کپڑوں کے علاوہ جسم پر میل کی تہیں بھی خوب چڑھی ہوئی تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ موصوف کافی عرصے سے غسل نہیں فرما رہے۔ صرف جسم کے وہ حصے جو نظر آتے تھے انھیں صاف کیے رکھتا۔ گردن خوب صاف تھی اور اس پر ہلکا ہلکا پوڈر بھی لگا ہوا تھا۔ سویٹر اور بنیان کی حالت تو سامنے آ چکی تھی۔ اب پتلون اتارنے کی باری آئی۔ پتلون کو بیٹی یا بیٹ سے نہیں بلکہ بوسیدہ ٹائی کے چیتھڑے سے باندھا گیا تھا۔ پتلون کے ٹٹن غائب تھے۔ دونوں گھٹنوں پہ کپڑا امسک چکا تھا۔ یہ سب کچھ چھپا رہتا تھا کیوں کہ اوپر اور کوٹ ہوتا تھا۔

نوجوان کا یہ رویہ ہمارے معاشرے کے بہت سے افراد کے طرزِ عمل کی عکاسی کرتا ہے۔ لوگ اپنی اصلیت، کمی، خامی غربت کو ظاہر داری کے پردے میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ وہ ہوتے نہیں جو اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ اصلیت بالآخر سامنے آ ہی جاتی ہے اس لیے وہی رہو جو ہو۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذوں کے پھولوں سے

وارن لفے دنیا کے امیر ترین افراد میں شمار ہوتا ہے لیکن چھوٹے سے گھر میں رہتا ہے۔ اس کا قول ہے کہ تم وہی رہو جو تم ہو۔ افسانے کا نوجوان علامت ہے سب ریاکاروں اور دکھاوا کرنے والوں کی۔ دوسرے رخ سے دیکھیں تو یہ سبق بھی ہے کہ ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔ ہر خوش پوش مہذب، امیر یا نیک نہیں ہو سکتا۔ ہر اور کوٹ والا امیر کبیر نوجوان نہیں ہوتا۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ اگر کوئی ظاہر کے پردے میں باطن چھپائے تو منافق اور دھوکے باز انسان ہے۔

## کثیر الانتخابی سوالات

- 1- غلام عباس پیدا ہوئے: (A) 1909ء میں (B) 1908ء میں (C) 1907ء میں (D) 1906ء میں
- 2- غلام عباس نے وفات پائی: (A) 1982ء میں (B) 1983ء میں (C) 1984ء میں (D) 1985ء میں
- 3- افسانہ ”اور کوٹ“ کا مصنف ہے: (A) پریم چند (B) ممتاز مفتی (C) غلام عباس (D) افضل حق (بورڈ 2017ء)
- 4- نوجوان اپنی تراش خراش سے معلوم ہوتا تھا: (A) بیمار (B) فیشن ایبل (C) صحت مند (D) خوبصورت
- 5- نوجوان کے اوور کوٹ کا رنگ تھا: (A) بادامی (B) سیاہ (C) سفید (D) شربتی
- 6- نوجوان مٹر گشت کے لیے کس شام کو نکلا: (A) اتوار کی (B) ہفتے کی (C) جمعے کی (D) پیر کی
- 7- ٹیکسی نوجوان کو دیکھ کر رزکی مگر اس نے کہا: (A) نہیں شکریہ (B) نو تھینک یو (C) تھینک یو (D) شکریہ
- 8- نوجوان لارنس گارڈن کی طرف کیوں نہیں گیا: (A) تھکاوٹ کی وجہ سے (B) دھند اور کھرے کی وجہ سے (C) کمزوری کی وجہ سے (D) دشمن کی وجہ سے
- 9- نوجوان نے سر پر رکھا تھا: (A) سبز فیلٹ ہیٹ (B) رومال (C) کتاب (D) چھتری
- 10- اس وقت ہوا کی کیفیت تھی: (A) سرد اور تند (B) گرم (C) تیز (D) سرد
- 11- نوجوان کی نظر پڑی: (A) سیٹ پر (B) بیچ پر (C) کرسی پر (D) دیوار پر
- 12- نوجوان کی نظر لوگوں کی کس چیز پر پڑتی تھی: (A) لباس (B) چہرہ (C) خوب صورتی (D) سواری
- 13- نوجوان نے سگریٹ بیڑی والے لڑکے کو کن الفاظ میں پکارا: (A) پان والا (B) سگریٹ بیڑی والے (C) سگریٹ والے (D) ارے پان والے (بورڈ 2014ء)



- 14- ریسٹوران میں بچ رہا تھا: (A) باجا (B) گٹار (C) ڈھول (D) آرکسٹرا
- 15- ایرانی قالین کی قیمت تھی: (A) چودہ سو بیس روپے (B) چودہ سو پچاس روپے (C) چودہ سو دس روپے (D) چودہ سو پانچ روپے
- 16- نوجوان نے سگریٹ والے سے چینی مانگا: (A) دس کا (B) پچاس کا (C) سو کا (D) پانچ سو کا
- 17- چھڑی زمین پر گر پڑی تو نوجوان نے کہا: (A) شکریہ (B) تھینک یو (C) اوسوری (D) آئی ایم سوری
- 18- فی الحقیقت لوگوں کے چہروں میں نہیں تھی (A) جاذبیت (B) کشش (C) لگن (D) خوشی
- 19- نوجوان کو روند ڈالا: (A) بس نے (B) لاری نے (C) ٹرک نے (D) گاڑی نے
- 20- لاری نوجوان کو روندتی ہوئی نکل گئی: (A) ہال روڈ کی طرف (B) مال روڈ کی طرف (C) مینکوڈ روڈ کی طرف (D) لارنس روڈ کی طرف
- 21- راہ گیر شور مچانے لگے: (A) گاڑی دیکھو (B) نمبر دیکھو (C) کار دیکھو (D) نوجوان کو دیکھو
- 22- ڈیوٹی پر موجود نرسوں کے نام تھے: (A) شہناز اور گل (B) گل اور شہلا (C) شہناز اور آمنہ (D) شہناز اور آسیہ
- 23- کسی نے ازراہ درد مندی نوجوان کی فیلٹ ہیٹ رکھ دی تھی: (A) سینے پر (B) پاؤں پر (C) ہاتھ پر (D) سر پر
- 24- حادثے میں نوجوان کی دونوں ٹانگیں: (A) کٹ چکی تھیں (B) کچل گئی تھیں (C) مڑ چکی تھیں (D) گر چکی تھیں
- 25- نوجوان کے کپڑوں پر جابجا خون کے بڑے بڑے: (A) نشان تھے (B) دھبے تھے (C) داغ تھے (D) دانے تھے
- 26- نوجوان نے اپنی پتلون کو پیٹی کی بجائے باندھا ہوا تھا: (A) پرانی دھجی سے (B) پرانی رسی سے (C) پرانی ڈوری سے (D) پرانی تار سے



- 27- نوجوان کو ہسپتال کے کس شعبے میں پہنچایا گیا:  
 (A) شعبہ امراض دل (B) شعبہ حادثات (C) شعبہ سرجری (D) شعبہ آئی سی یو
- 28- پھٹی پرانی جرابوں سے نوجوان کی میلی میلی نظر آرہی تھیں:  
 (A) انگلیاں (B) ایڑیاں (C) پاؤں (D) ٹخنے
- 29- روح کی برہنگی نے نوجوان کو کر دیا تھا:  
 (A) شرمندہ (B) خجل (C) خوش (D) ناراض
- 30- افسوس بید کی چھڑی حادثے میں کہیں:  
 (A) کھو گئی تھی (B) گم گئی تھی (C) مل گئی تھی (D) گر گئی تھی
- 31- نوجوان نے اوور کوٹ پہن رکھا تھا:  
 (A) لباس نہ ہونے کی وجہ سے (B) سردی کی وجہ سے (C) خوب صورت نظر آنے کی وجہ سے (D) اپنی اصلیت کو چھپانے کے لیے
- 32- گلوبند اتارنے کے بعد نرسوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:  
 (A) کیوں کہ گلوبند بے حد خوب صورت تھا (B) کیوں کہ گردن پر گلوبند کا نشان تھا (C) کیوں کہ گلوبند پھٹ گیا تھا (D) کیوں کہ گلوبند کے نیچے قمیص ہی نہ تھی
- 33- نوجوان کی پتلون تھی: / نوجوان کے ہاتھ میں کیا تھا؟  
 (A) بالکل عام سی اور سادہ (B) پرانی اور جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی (C) نہایت شان دار (D) پھٹی پرانی اور بکسوؤں کے بغیر
- 34- ”اوور کوٹ“ کا اختتام ہوا ہے:  
 (A) فیلٹ ہیٹ پر (B) بید کی چھڑی پر (C) اوور کوٹ پر (D) گلوبند پر
- 35- افسانہ نگار نے کس اوور کوٹ کو نیلام کا کہا:  
 (A) قراقلی اوور کوٹ کو (B) عوامی اوور کوٹ کو (C) خاکی پٹی والے اوور کوٹ کو (D) خاکی پٹی کے پرانے فوجی اوور کوٹ کو
- 36- سفید بلی دیکھ کر نوجوان نے کیا کہا:  
 (A) پور لٹل سول! (B) نو، تھینک یو! (C) گڈ ایوننگ! (D) سوری!
- 37- نوجوان کو حادثہ کس سڑک پر جاتے ہوئے پیش آیا:  
 (A) ڈیوس روڈ پر (B) لارنس روڈ پر (C) مال روڈ پر (D) میکلوڈ روڈ پر
- 38- نوجوان کو ہسپتال پہنچایا گیا:  
 (A) ایسبولینس پہ (B) کار پہ (C) بس پہ (D) موٹر سائیکل پہ



## جوابات

|   |     |   |     |   |     |   |     |   |     |
|---|-----|---|-----|---|-----|---|-----|---|-----|
| A | -5  | B | -4  | C | -3  | A | -2  | A | -1  |
| A | -10 | A | -9  | B | -8  | B | -7  | B | -6  |
| A | -15 | D | -14 | A | -13 | A | -12 | B | -11 |
| C | -20 | B | -19 | A | -18 | C | -17 | A | -16 |
| B | -25 | B | -24 | A | -23 | A | -22 | B | -21 |
| A | -30 | B | -29 | B | -28 | B | -27 | A | -26 |
| D | -35 | B | -34 | D | -33 | D | -32 | D | -31 |
|   |     |   |     | B | 38  | C | -37 | A | -36 |

☆☆☆☆☆



free ilm.